اسلامی اداروں، مساجد اور مکاتب کے لئے چندہ فراہمی بذریعہ ظہرانہ، عشائیہ یا باربکیوں (barbecue) کیا انگریزی تمدن سے مستفاد ہے؟

سوال: موجودہ حالات میں اسلامی اداروں: مساجد، مکاتب، اور اسلامک اسکول وغیرہ میں اپنے اخراجات کو مہیا کرنے، نیز اپنے تعمیری و ترقی کے منصوبوں کو بروئے کار لانے میں اقتصادی و مالی فراہمی میں دقتوں کا سامنا ہوتا ہے، ان اسباب کی فراہمی کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں جن میں سے بعض طریقے وہ ہیں جو ماضی قریب تک کے اسلافِ کرام کی زندگیوں میں؛ نیز ان کے اداروں میں ڈھونڈھنے سے بھی نظر نہیں آتے، یہ وہ طریقے ہیں جو انگریزی تمدن سے ماخوذ و مستفاد ہیں، مثلاً: ظہرانہ (دوپہر کا کھانا) یا عشائیہ (شام کا کھانا) یا باربکیو (barbecue) وغیرہ، اشیائے طعام کو بیچنے کا طریقۂ کار یہ ہے کہ پہلے ان کے لئے پیشگی ٹکٹ بیچ دیا

جاتا ہے یا موقع پر ہی ان اشیاء کو خرید لیا جاتا ہے، اور جن حضرات نے ٹکٹ خریدا ہوتا ہے وہ ٹکٹ دے کر کھانا وصول کر لیتے ہیں، ان مواقع پر ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ بہت سے احباب خام اشیائے خورد وطعام مثلاً مرغیاں، اناج وغیرہ بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں، پھر ان چیزوں کو پکا کر بیچ دیا جاتا ہے اور اس طریقے سے حاصل شدہ آمدنی کو مذکورہ بالا اسلامی اداروں وغیرہ کے منصوبوں میں صرف کیا جاتا ہے۔

اس مناسبت سے آپ مدظلکم کی خدمت میں چند سوالات ارسال کر رہے ہیں:

(۱) کیا کوئی اسلامی ادارہ اپنے اقتصادی و مالی تعاون حاصل کرنے کے لئے مذکورہ طریقے کو اختیار کر سکتا ہے؟

(۲) کیا مذکورہ طریقے کو ہمارے اسلاف کرام کے طریق کار سے مناسبت ہے؟

(۳) نبی اکرم ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا چندہ فراہم کرنے کا کیا طریقہ تھا؟

(۴) اگر کوئی اسلامی ادارہ مذکورہ طریقہ پر چندہ فراہم کرے تو مسلمانوں کو اس کا تعاون کرنا درست ہے؟

براہِ کرم جواب عنایت فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔ بینوا و توجروا.

سائل: محمود دانا غفرلہ، باربے ڈوس

الجواب: حامداً و مصلیاً و مسلماً:

دینی اداروں کے لئے چندہ کرنے سے اصل مقصد ادارہ کی ضرورت کا پورا کرنا اور تعاون ہے، ضرورت اور تعاون کی یہ شکلیں، صورتیں مختلف زمانوں میں مختلف

ہوسکتی ہیں، بعینہ اسی شکل وصورت کو نصوص میں یا اسلاف کی زندگی میں تلاش کرنا بے جا ہے، اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے:

کفار سے مقابلہ کے لئے تیاری کے احکام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وأعدّوا لهم ما استطعتم من قوّة و من رباط الخيل ترهبون به عدوّ الله و عدوّكم﴾ (الآية)

ترجمہ: اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطہ جو کچھ جمع کرسکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر۔ (سورۂ انفال)

اگر کوئی کہے کہ آیت کریمہ میں ایٹمی قوت، ٹینک اور لڑاکا طیارہ کا ذکر نہیں؛ لہذا ان آلات جدیدہ کے ذریعہ کفار سے مقابلہ کرنا نصوص اور اسلاف کے طریقہ کے خلاف اور طریقۂ کفار کے مشابہ ہے، تو اس کی یہ بات کس حد تک درست ہے؟ آپ خود ہی فیصلہ فرمالیں، بالکل اسی طرح دینی اداروں کے تعاون وتناصر کی مختلف شکلیں وصورتیں ہیں، یعنی اسلاف کے زمانہ میں چندہ کی وہ بعینہ شکل نہ ہو مگر فی نفسہ وہ شکل جائز ہو، اس میں امر غیر شرعی کا ارتکاب لازم نہ آتا ہو تو اس کو جائز کہا جائے گا۔ اس کی چند مثالیں:

(۱) غلہ اسکیم: طویل زمانہ سے دینی اداروں میں یہ دستور چلا آرہا ہے کہ قرب وجوار کے دیہات میں جاکر غلہ کا چندہ کیا جاتا ہے اسی پر کئی اداروں کا گزران ہے، خُود امّ المدارس دارالعلوم دیوبند میں طویل زمانہ سے چندہ فراہمی کی یہ اسکیم جاری ہے۔

تاریخ دارالعلوم میں ہے:

اسی کے ساتھ دار العلوم میں ایک نئی اسکیم کا آغاز کیا گیا، یعنی دار العلوم کی جانب سے فصلِ ربیع کے موقع پر قرب وجوار کے مسلمان زمینداروں اور کاشتکاروں کا ایک نمائندہ اجتماع بلایا گیا، جس نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ دار العلوم کی امداد واعانت میں وہ کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے، اس کی یہ صورت تجویز کی گئی کہ دار العلوم کی سال بھر کی ضرورت کے لئے پانچ ہزار من غلے کی فراہمی کاشتکاروں اور زمینداروں کی جانب سے ہونی چاہئے، چنانچہ اس پر عمل شروع کر دیا گیا اور باوجود یہ کہ پہلے سے کام کا تجربہ نہ تھا اور ادھر فصل کٹنے کا زمانہ ٹھیک رمضان المبارک کا مہینہ تھا؛ مگر اس کے باوجود ساڑھے تین ہزار من غلہ فراہم ہو گیا، اگرچہ غلے کی یہ مقدار مطلوبہ ضرورت سے کم تھی؛ تاہم اس سے دار العلوم کو اس نازک اور ہوش رُبا گرانی کے زمانے میں بڑی تقویت پہنچی، اللہ تعالیٰ اس نیک کام کرنے والوں کے اموال میں خیر وبرکت عطا فرمائے، غلے کی فراہمی کا یہ سلسلہ تا حال جاری ہے اور اب اس میں میرٹھ ڈویژن کے اضلاع کے علاوہ بجنور اور ہریانہ کا علاقہ بھی شامل ہو گیا ہے۔

(۲) جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے ابتدائی دور میں چندہ کی یہ شکل اختیار کی گئی کہ گاؤں میں ہر گھر میں ایک ہنڈیا رکھ دی گئی کہ عورتیں جب اپنے گھر کی روٹی پکانے کے لئے بیٹھیں تو ایک مٹھی آٹا اس ہنڈیا میں بھی ڈال دیا کریں۔ (تاریخ جامعہ)

(۳) مجلس دعوۃ الحق ہردوئی اور اس کی ماتحتی میں چلنے والے مکاتب کے چندہ کے لئے حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئیؒ نے چٹکی کا طریقہ اختیار کر رکھا تھا جو آج بھی بے شمار مکاتب میں جاری ہے، جس کی صورت تقریباً وہی ہے جو مدرسہ تعلیم الدین

ڈابھیل کے چندہ کے متعلق سطور بالا میں گزری۔

آج بھی بعض جگہوں میں مساجد کی معاونت کا یہ سلسلہ جاری ہے کہ مسجد کے پھل، ناریل وغیرہ کو نیلام کیا جاتا ہے اور لوگ برضاء ورغبت اس کو عام قیمت سے زیادہ پر خریدتے ہیں جس میں پیش نظر اور اصل مقصد مسجد کا تعاون ہوتا ہے۔

یہ چند مثالیں اس لئے لکھی ہیں؛ تا کہ اندازہ ہو کہ ادارہ کی معاونت کی مختلف شکلیں ہیں جن کو ہمارے اسلاف نے اختیار کر رکھا ہے۔

اس تمہید کے بعد آپ کے سوالات کے جوابات دئے جاتے ہیں:

(۱) سوال میں ذکر کردہ طریقے اختیار کر سکتے ہیں، اس میں انگریزی تمدن کی بو یا مشابہت نہیں، اگر آپ کو ان طریقوں میں صورۃً انگریزی تمدن سے مشابہت کا شبہ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اعتقادات اور عبادات میں تشبہ بالکفار کفر ہے، اور مذہبی رسوم میں ناجائز اور حرام ہے، فطری امور میں مشابہت جائز ہے، اور عادات میں مشابہت کے متعلق تفصیل ہے، جس کا حکم آگے آرہا ہے۔

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ اپنی مشہور تصنیف ''سیرۃ المصطفیٰ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

تشبہ بالکفار اعتقادات اور عبادات میں کفر ہے، اور مذہبی رسومات میں حرام ہے، جیسا کہ نصاریٰ کی طرح سینے پر صلیب لٹکانا اور ہنود کی طرح زنار باندھ لینا یا پیشانی پر قشقہ لگالینا، ایسا تشبہ بلا شبہ حرام ہے، جس میں اندیشۂ کفر ہے، اس لیے کہ علی الاعلان شعائرِ کفر کا اختیار کرنا اس کے رضاء قلبی کی علامت ہے۔

اور تشبہ کی یہ قسمِ ثانی اگرچہ قسم اول سے درجہ میں ذرا کم ہے؛ مگر پیشاب اور پاخانہ میں فرق ہونے سے کیا کوئی پیشاب کا پینا گوارا کرے گا؟ ہرگز نہیں۔ اور عبادات اور مذہبی رسومات اور عیدین میں کفار کی مشابہت کی ممانعت اشارات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ وکثیرہ سے ثابت ہے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہؒ نے "اقتضاء الصراط المستقیم" میں بالتفصیل ان تمام آیات اور روایات کو بیان کیا ہے۔

اور معاشرہ اور عادات اور قومی شعائر میں تشبہ مکروہ تحریمی ہے، مثلاً کسی قوم کا وہ مخصوص لباس استعمال کرنا جو خاص ان ہی کی طرف منسوب ہو اور اس کا استعمال کرنے والا اسی قوم کا ایک فرد سمجھا جانے لگے، جیسے: نصرانی ٹوپی یعنی ہیٹ، اور ہندوانہ دھوتی، اور جوگیانہ جوتی، یہ سب ناجائز اور ممنوع ہے اور تشبہ میں داخل ہے بالخصوص جبکہ بطور تفاخر یا انگریزوں کی وضع بنانے کی نیت سے پہنی جائے تو اور بھی زیادہ گناہ ہے، جوگیوں اور پنڈتوں کی وضع قطع اختیار کرنے کا جو حکم ہے وہی انگریزی وضع قطع اختیار کرنے کا حکم ہے۔

اور علی ہذا کافروں کی زبان اور ان کے لب ولہجہ اور طرز کلام کو اس لیے اختیار کرنا کہ ہم بھی انگریزوں کے مشابہ بن جائیں اور ان کے زمرہ میں داخل ہو جائیں تو بلا شبہ یہ ممنوع ہوگا، ہاں؛ اگر انگریزی زبان سیکھنے سے انگریزوں کی مشابہت مقصود نہ ہو؛ بلکہ محض زبان سیکھنا مقصود ہو کہ کافروں کی غرض سے آگاہ ہو جائیں اور ان سے تجارتی اور دنیاوی امور میں خط وکتابت کرسکیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جیسے کوئی ہندی اور سنسکرت اس لیے سیکھے کہ ہندوؤں اور پنڈتوں کی مشابہت

ہو جائے اور ہندو مجھے اپنا وطنی بھائی سمجھیں اور اپنے زمرہ میں مجھے شمار کریں تو بلا شبہ اس نیت سے ہندی زبان سیکھنا ممنوع ہوگا، اور اگر فقط یہ غرض ہو کہ ہندوؤں کی غرض سے آگاہی ہو جائے اور ان کے خطوط پڑھ لیا کریں تو ایسی صورت میں ہندی زبان سیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اور ایجادات اور انتظامات اور اسلحہ اور سامان جنگ میں غیر قوموں کے طریقہ لے لینا جائز ہے، جیسے: توپ اور بندوق اور ہوائی جہاز اور موٹر اور مشین گن وغیرہ وغیرہ، یہ درحقیقت تشبہ بھی نہیں ہے، شریعت اسلامیہ نے ایجادات کے طریقے نہیں بتلائے، ایجادات اور صنعت اور حرفت کو لوگوں کی عقل اور تجربہ اور ضرورت پر چھوڑ دیا؛ البتہ اس کے احکام بتلادئے کہ کونسی صنعت اور حرفت جائز ہے؟ اور کس حد تک جائز ہے؟ اور کس طریق سے اس کا استعمال جائز ہے؟ اسلام میں مقاصد کی تعلیم ہے، غیر مقاصد کی تعلیم نہیں۔ طبیب جوتا بنانے کی ترکیب نہیں بتاتا اور نہیں سکھاتا، ہاں؛ یہ بتلاتا ہے کہ جوتا اس طرح مت سلوانا کہ اس کی میخیں ابھری ہوئی ہوں جس سے پیر زخمی ہو جائے۔ اسی طرح اسلام ایجادات نہیں سکھاتا، ہاں یہ بتلاتا ہے کہ ایجاد ایسی نہ ہو کہ جس سے تمہارے دین میں خلل آجائے یا جان کا خطرہ ہو، یہ ان ایجادات کا حکم ہے کہ جن کا بدل مسلمانوں کے پاس نہیں۔ اور جو ایجادات ایسی ہو کہ جس کا بدل مسلمانوں کے یہاں بھی موجود ہو تو اس میں تشبہ مکروہ ہے، جیسے: حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فارسی کمان کے استعمال سے منع فرمایا، اس لیے کہ اس کا بدل مسلمانوں کے پاس عربی کمان موجود تھی اور دونوں کی منفعت برابر تھی، صرف ساخت کا فرق تھا۔ اسلام

میں تعصب نہیں؛ غیرت ہے، پس جو چیز مسلمان کے پاس بھی ہے اور کفار کے پاس بھی ہے تو صرف وضع قطع کا فرق ہے تو ایسی صورت میں اسلام نے تشبہ بالکفار سے منع کیا ہے کہ اس میں علاوہ گناہ کے ایک بے غیرتی تو یہ ہے کہ بلا وجہ اور بلا ضرورت اپنے کو دوسری قوموں کا محتاج اور تابع بنائیں؛ مگر آج کل مسلمانوں میں غیرت نہیں رہی کہ یہ اپنے گھر سے بے خبر ہو کر؛ بلکہ یوں کہیے کہ اپنے گھر کو آگ لگا کر دوسروں کی عادات اور معاشرت کا اتباع کرنے لگے۔ ہاں؛ نئی ایجادات اور جدید اسلحہ کا بدل مسلمانوں کے پاس موجود نہیں، مسلمانوں کے لیے ان نئی ایجادات اور جدید اسلحہ کا استعمال اپنی ضرورت اور راحت اور دفع حاجت کے لیے جائز ہے؛ مگر شرط یہ ہے کہ اس کے استعمال سے نیت اور ارادہ کافروں کی مشابہت کا نہ ہو، محض اپنے فائدہ کے لیے جدید اسلحہ اور نئی ایجادات کا استعمال شرعاً جائز ہے، مگر تشبہ بالکفار کے ارادہ اور نیت سے ان کے استعمال کو شریعت پسند نہیں کرتی۔ (سیرت مصطفیٰ:۳/۳۹۹)

امداد الاحکام میں ہے:

تشبہ بالکفار کی چند صورتیں ہیں:

(۱) فطری امور میں مشابہت، مثلاً کھانا، پینا، چلنا، پھرنا، سونا، لیٹنا، صفائی رکھنا وغیرہ؛ یہ مشابہت حرام نہیں۔

قال في الدر: فإن التشبه بهم لايكره في كل شئ؛ بل في المذموم وفيما يقصد به التشبه كما في البحر. اھ. قال الشامي تحت قوله لا يكره في كل شئ: فانا ناكل ونشرب كما يفعلون. اھ. (۱/۶۵۲)

(۲) عادات میں مشابہت، مثلاً: جس ہیئت سے وہ کھانا کھاتے ہیں اسی ہیئت سے کھانا یا لباس اس وضع پر پہننا، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ہماری کوئی خاص وضع پہلے سے ہو اور کفار نے بھی اس کو اختیار کرلیا ہو خواہ ہمارا اتباع کر کے یا ویسے ہی، اس صورت میں یہ مشابہت اتفاقیہ ہے اور اگر ہماری وضع پہلے سے جدا ہو اور اس کو چھوڑ کر ہم کفار کی وضع اختیار کریں یہ ناجائز ہے، اگر ان کی مشابہت کا قصد بھی ہے تب تو کراہت تحریمی ہے، اور اگر مشابہت کا قصد نہیں ہے؛ بلکہ اس لباس و وضع کو کسی اور مصلحت سے اختیار کیا گیا ہے تو اس صورت میں تشبہ کا گناہ نہ ہوگا، مگر چونکہ تشبہ کی صورت ہے اس لئے کراہت تنزیہی سے خالی نہیں۔

قال هشام: رأيت على ابى يوسف نعلين مخسوفين بمسامير، فقلت: أترى بهذا الحديد بأساً؟ قال: لا، قلت: فسفيان وثور بن يزيد كَرِهَا ذلک؛ لأن فيه تشبهاً بالرهبان. فقال: إن رسول الله ﷺ كان يلبس النعال التى لها شعر. وانها من لباس الرهبان. فقد اشار إلى أن صورة المشابهة فيما تعلق به صلاح العباد لايضر؛ فان الارض مما لا يمكن قطع المسافة البعيدة فيها إلا بهذا النوع. اھ. قلت: وفعله عليه السلام محمول على بيان الجواز اذا كان بدون القصد.

ترجمہ: ہشام کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسفؒ کے پیروں میں (لوہے کی) کیل لگی ہوئی جوتیاں دیکھیں تو میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ اس لوہے (کے استعمال) میں کوئی حرج سمجھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، میں نے عرض کیا کہ

سفیان اور ثور بن یزید تو اس کو مکروہ کہتے ہیں کیونکہ اس میں راہبوں کے ساتھ تشبہ لازم آتا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی تو بالوں والی جوتیاں پہنتے تھے، حالانکہ وہ بھی تو راہبوں کی پوشش ہے۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے اشارۃً یہ بات بتلادی کہ جن چیزوں سے لوگوں کا فائدہ اور بھلائی وابستہ ہو ان میں صورۃً تشبہ مضر نہیں ہے، اور زمین کی مسافت کو طے کرنے کے لیے تو یہ طریقہ ناگزیر ہے۔اھ۔

میں کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کا عمل مبارک (تشبہ کا) قصد وارادہ نہ ہونے کی صورت میں (تشبہ) کے جواز کے بیان پر محمول ہے۔

مگر چونکہ آج کل عوام جواز کے لیے بہانے ڈھونڈتے ہیں، ان کا قصد تشبہ ہی کا ہوتا ہے؛ اس لیے اکثر احتیاط کے لیے عادات میں بھی تشبہ سے منع کیا جاتا ہے خواہ تشبہ کا قصد ہو یا نہ ہو۔

(۳) ان امور میں تشبہ جو کفار کا مذہبی شعار یا دینی رسم اور قومی رواج ہے جیسے زنار وغیرہ پہننا یا مجوس کی خاص ٹوپی جو ان کے مذہب کا شعار ہے، اس میں تشبہ حرام؛ بلکہ بعض صورتوں میں کفر ہے، عالمگیریہ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ (امداد الاحکام: ۱/۲۸۶ زکریا)

مذکورہ بالا تفصیل کو مدنظر رکھ کر تجزیہ کیجئے کہ:

ظہرانہ یا عشائیہ یا باربکیو کا طریقۂ کار کفار کے مذکورہ طریقوں میں سے کسی سے بھی مشابہت نہیں رکھتا۔

اگر بالفرض وہ کفار بھی اپنے مذہبی یا قومی اور رفاہی امور کی انجام دہی میں یہ

طریقہ اختیار کرتے ہیں تو ان کے ساتھ صرف یہ صورۃً مشابہت ہے اور صورۃً مشابہت ہو جانے میں اگر نیت درست ہو تو مضر نہیں جیسا کہ امداد الاحکام کی مذکورہ عبارت میں یہ جملہ گزرا۔ فقد أشار إلى أن صورة المشابهة فيما تعلق به صلاح العباد لا يضر. یعنی امام ابو یوسفؒ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ کفار سے صورۃً مشابہت ہونے میں بندوں کے مصالح وابستہ ہوں تو اسے اختیار کرنا دینی اعتبار سے مضر نہیں، اس کی گنجائش ہے۔

گویا امام ابو یوسفؒ نے معاشرہ کے بے شمار مسائل کو حل کر دیا، اگر صورۃً بھی کفار سے مشابہت کو ممنوع قرار دیا جائے تو بڑا حرج لاحق ہوگا اور اس سے بچنا بظاہر ناممکن ہے، چند مثالیں ملاحظہ کریں:

(۱) کفار شادی کے موقع پر یا کسی اور تقریب کے وقت اپنے مندوبین کے لیے ظہرانہ یا عشائیہ کا انتظام بڑی بڑی ہوٹلوں میں کرتے ہیں، تو کیا کوئی مسلمان اپنی کسی تقریب میں اس طرح کرے تو صورۃً مشابہت کی وجہ سے اسے ممنوع قرار دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔

(۲) کفار اپنے مذہبی امور کی انجام دہی کے لیے گھر گھر جا کر چندہ کرتے ہیں اور مستقل فنڈ قائم کر کے مذہبی امور کو انجام دیتے ہیں، تو کیا کوئی ادارہ یا کوئی مسلم، دینی امور کی انجام دہی کے لئے گھر گھر جا کر چندہ کرے تو ناجائز کہا جائے گا؟ بالکل نہیں۔

(۳) غیر مسلم اپنے مخصوص رسائل، لٹریچرس وغیرہ کے ذریعہ سماجی امور کی انجام دہی کے لیے فنڈ کا مطالبہ کرتے ہیں اور اس بنیاد پر بڑی بڑی رقوم جمع کرتے

ہیں، تو کیا کوئی دینی ادارہ ملی وسماجی امور کے لیے چندہ کی اپیل کرے تو کفار سے مشابہت کی وجہ سے اسے حرام کہا جائے گا؟ نہیں اور بالکل نہیں۔

(۲): مذکورہ بالا طریقہ اختیار کرنے سے ہمارے اسلاف کے طریقۂ کار کی خلاف ورزی لازم نہیں آتی۔ سیرۃ المصطفی کی عبارت میں یہ جملہ گزر چکا کہ ''اسلام میں مقاصد کی تعلیم ہے، غیر مقاصد کی تعلیم نہیں''۔ یعنی وسائل کی تعلیم اسلام کے مقاصد میں داخل نہیں، مثلاً شریعت کا حکم ہے: ﴿وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا﴾

ترجمہ: ''اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی''۔

لہذا جو بھی ''زاد اور راحلہ'' پر قدرت رکھتا ہو (دیگر شرائط کے ساتھ) اس پر حج فرض ہے، اب فریضہ کی انجام دہی کے لیے کونسا طریقۂ کار اختیار کرے، پیدل چل کر جائے، یا بائی روڈ گاڑی پر جائے، یا آبی جہاز سے جائے، یا ہوائی جہاز سے جائے، شریعت نے اس کی پابندی لازم نہیں کی، جس کے لیے جو صورت اختیار کرنا ممکن ہو کرے۔

ہمارے اسلاف کے دور میں دینی اداروں کی امداد کے جو مناسب طریقے ان کے لیے آسان تھے انہوں نے اختیار کیے، ہمارے دور میں دینی مفاد جس میں زیادہ ہوگا، ہم اختیار کریں گے، یہ نہیں کہ انہوں نے جو طریقے اختیار کر رکھے تھے اس سے سر مو انحراف کیے بغیر ہم بھی وہی مخصوص طریقہ مخصوص صورت وشکل کے ساتھ اختیار کریں گے تو ہی ان کی اتباع کا حق ادا ہوگا، اس مخصوص صورت کی بجائے دوسری مناسب

صورت کو اختیار کرنا اکابر کے طریقہ کے خلاف ہے، یہ کہنا ایک نوع کا جمود ہے۔

خود حضرات اکابر نے اپنے طرزِ عمل سے یہ بتلادیا ہے کہ ادارہ کی معاونت کا طریقہ مناسبِ زمانہ اختیار کرنا چاہیے، اس کی ایک مثال اکابر ہی کے کلام سے پیش کی جاتی ہے۔

ابوداؤد شریف میں ہے: عن أیوب عن عطاء قال: اَشْهَدُ عَلٰی ابن عباس وشهد ابن عباس علی رسول الله ﷺ أنه خرج یوم فطر فصلی ثم خطب ثم اتی النساء و معه بلال، قال ابن کثیر: أکبر علم شعبة فأمرهن بالصدقه فجعلن یلقین .... عن ابن عباس بمعناه قال: فظن أنه لم یسمع النساء فمشی إلیهن وبلال معه فوعظهن وأمرهن بالصدقة فکانت المرأة تلقی القرط والخاتم فی ثوب بلال. (ابوداؤد: ۱۶۲)

"الدر المنضود" میں اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے:

مضمون حدیث یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نماز (عید) کے بعد خطبہ اولاً مردوں کو دیا، عورتیں عیدگاہ میں چونکہ علیحدہ اور ایک طرف تھیں، وہاں تک خطبہ کی آواز نہیں پہنچتی تھی؛ اس لیے آپ ﷺ مردوں کی جگہ سے منتقل ہوکر جس جانب عورتیں تھیں وہاں تشریف لے گئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ (آپ کے خادم) ساتھ تھے، آپ ﷺ ان کے سہارے چل رہے تھے، آپ ﷺ تو خطبہ دینے میں مشغول تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کپڑا اچھار کھا تھا (کیونکہ آپ ﷺ خطبہ میں صدقہ کی ترغیب بھی دیتے تھے) عورتیں اس میں اپنے پہننے کے زیور، کان کی بالی، ہاتھ اور پاؤں کی انگوٹھی، غرضیکہ جس کے

پاس جو تھا وہ اس کپڑے پر ڈال رہی تھی۔ ہمارے شیخ (حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ) فرمایا کرتے تھے کہ اہل مدارس جلسوں میں جو چندہ کرتے ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے۔ (الدر المنضود: ۲/۴۵۷)

دیکھئے: حضور ﷺ کے دور میں عورتوں نے فقراء کے لیے جو صدقہ دیا تھا اس کو دور حاضر کے مدارس کے اجلاس میں کیے جانے والے چندہ کی اصل قرار دیا جارہا ہے؛ حالانکہ صورۃً بچند وجوہ دونوں میں فرق ہے:

فرق اول: حضور ﷺ کے دور کا چندہ عید کے روز کیا گیا تھا، مدارس کے اجلاس عموماً شعبان میں منعقد ہوتے ہیں، اس میں چندہ کیا جاتا ہے۔

فرق ثانی: دور نبوت کا چندہ عورتوں سے مخصوص اجلاس میں کیا گیا تھا، دور حاضر کے اجلاس میں مردوں سے چندہ کیا جاتا ہے۔

فرق ثالث: دور نبوت میں چندہ کی جنس عورتوں کے زیورات، کان کی بالیاں، انگوٹھیاں وغیرہ تھیں، یہ سونا یا چاندی کی جنس سے تھے، دور حاضر کے اجلاس کا چندہ عموماً نقود یا اناج وغیرہ کی اجناس پر مشتمل ہے۔

بایں ہمہ دور نبوت کے چندہ کو دورِ حاضر کے چندہ کی اصل قرار دیا جارہا ہے۔

اکابر کا یہ عمل بتلا رہا ہے کہ چندہ کی نوعیت شکل وصورت زمان ومکان کے اعتبار سے الگ الگ ہوا کرتی ہے۔

آپ نے استفتاء میں تحریر فرمایا ہے: ''ٹکٹ دے کر کھانا وصول کرتے ہیں'' یہ طریقہ بھی ہمارے اکابر کے طریقہ کے مناسب ہے۔

۱۳۴۹ھ میں ام المدارس دار العلوم دیوبند کے منصب اہتمام کے لئے حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب کا انتخاب عمل میں آیا، اس کے بعد متعدد اصلاحیں عمل میں لائی گئیں، منجملہ ان کے کھانے کے ٹکٹ ہیں۔

تاریخ دار العلوم دیوبند میں ہے:

قواعد داخلہ کی طرح تقسیم طعام میں بھی مناسب اصلاح عمل میں لائی گئی، اب تک یہ طریقہ رائج تھا کہ طلباء مقررہ وقت پر مطبخ میں پہونچ جاتے تھے اور کیف ما تفق اپنا اپنا کھانا لے آتے تھے، اس میں ازدحام کے علاوہ ایک بڑا نقص یہ بھی تھا کہ یہ پتہ چلنا دشوار ہوتا تھا کہ کس طالب علم نے کھانا نہیں لیا یا کسی نے دومرتبہ تو نہیں لے لیا، یہ بات محض مقسّم طعام کی قوتِ یادداشت پر منحصر تھی، اس طریقے کو منظّم بنانے کے لئے ایلمونیم کے مدوّر ٹکٹ بنوائے گئے، یہ ٹکٹ صبح وشام کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ ہیں، ٹکٹوں پر صبح یا شام کے الفاظ کی صراحت کے علاوہ اختلاف رنگ کے ذریعے بھی ان کو ممتاز کر دیا گیا ہے، ٹکٹوں پر نمبر کندہ ہیں، اور ہر نمبر کے دو ٹکٹ ہوتے ہیں، مطبخ کے رجسٹر میں طلباء کے نام درج ہوتے ہیں اور رجسٹر میں جس نمبر پر نام لکھا ہوتا ہے، وہی نمبر اس طالب علم کے ٹکٹ کا ہوتا ہے، ٹکٹ داخل کرنے پر اگلے وقت کے لئے اسی نمبر کا دوسرا ٹکٹ دے دیا جاتا ہے، مقسّم ٹکٹ کو دیکھ کر کھانا حوالے کر دیتا ہے، اس طریقے سے جہاں طلباء کے لئے راحت وسہولت پیدا ہوگئی ہے، وہیں تقسیم میں بھی ضبط ونظم قائم ہوجانے کے سبب سے دوبارہ کھانا لے سکنے کا اندیشہ باقی نہیں رہا، اس کے علاوہ تقسیم طعام میں اگر کوئی طالب علم غیر حاضر ہو تو بسہولت اس کا پتہ چل جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ ایک ہزار

طلباء کو گھنٹے بھر میں بآسانی کھانا تقسیم ہو جاتا ہے۔ (تاریخ دار العلوم دیوبند ۱/ ۲۸۳، ۲۸۴)

ہندوستان میں جب تک تبلیغی اجتماعات بڑے پیمانہ پر ہوتے رہے، اکابر کی رائے ومشورہ کے بعد اجتماعات کے تمام امور طے ہوتے تھے، اس میں بھی کھانا کھانے کے لئے ٹکٹ بنانے کا معمول رہا ہے، اور آج بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔

آپ نے لکھا ہے: ''ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ بہت سے احباب خام اشیائے خورد وطعام مثلاً مرغیاں، اناج وغیرہ بطور ہدیہ پیش کرتے ہیں'' بطور چندہ خام اشیاء لینا اور دینا حدیث شریف سے ثابت ہے، مشکوۃ شریف کی ایک حدیث مظاہر حق سے نقل کی جاتی ہے:

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ دوپہر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر تھے کہ کچھ لوگ۔ جو برہنہ جسم تھے اور (اپنے ستر چھپانے کے لئے) کمبل یا عباء لپیٹے ہوئے تھے اور گلے میں تلواریں لٹکائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، ان میں کے اکثر لوگ؛ بلکہ وہ سب ہی قبیلۂ مضر کے تھے، (ان لوگوں کو دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر فاقہ کا بھی اثر دیکھا تھا (جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (مجلس سے اٹھ کر) اپنے حجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے (تاکہ ان لوگوں کی مدد کرنے کے لئے کچھ مل جائے تو لا کر دے دیں؛ مگر جب تلاش کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرہ میں کچھ نہیں مل سکا تو) پھر باہر آ گئے (اتنے میں ظہر کا یا جمعہ کا وقت ہو گیا) لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تو انھوں نے اذان دی، اور تکبیر کہی، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نماز پڑھ چکے تو (منبر شریف پر کھڑے ہوئے اور) خطبہ ارشاد فرمایا: (اس خطبہ میں پہلے) آپ ﷺ نے یہ آیت ﴿یایها الناس اتقوا ربكم الذی خلقكم من نفس واحدة﴾ آخر آیت ﴿ان الله كان عليكم رقيباً﴾ تک پڑھی، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی جو سورۂ حشر میں ہے: ﴿اتقوا الله و لتنظر نفس ما قدمت لغد﴾ (اور پھر فرمایا) ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اگر استطاعت رکھتا ہے تو اپنے دینار میں سے، اپنے درہم میں سے، اپنے کپڑوں میں سے، اپنے گیہوں کے پیمانہ میں سے، اور اپنی کھجوروں کے پیمانہ میں سے (ان مفلوک الحال اور فاقہ زدہ لوگوں کی مدد کے لئے) خیرات کرے، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا (جو شخص جو کچھ بھی رکھتا ہو اسی کے بقدر خیرات کرے اور لاکر یہاں دے) اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ راوی کا بیان ہے کہ (آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد سن کر) ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے (دینار یا درہم سے) بھری ہوئی (اتنی وزن دار) تھیلی لاکر پیش کی کہ (اس کے بوجھ سے) ان کا ہاتھ تھک جانے کے قریب تھا؛ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تھک گیا تھا، پھر ایک کے بعد ایک جو لوگوں نے لالا کر جمع کرنا شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ (وہاں) کھانے پینے کی اشیاء اور کپڑوں کے دو (بڑے بڑے) ڈھیر لگ گئے اور پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ اقدس دیکھا جو (خوشی کے مارے) ایسا چمک رہا تھا جیسے سونا چڑھائی ہوئی چیز، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کہ اسلام میں اچھا طریق رائج کرے تو اس کو اس (اچھے طریق کے رائج کرنے) کا بھی ثواب ملے گا اور ہر اس شخص کے ثواب کے بقدر بھی (مزید ثواب ملے گا) جو اس کے بعد اس اچھے طریق پر عمل کرے گا جب کہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ

کمی نہیں ہوگی ،اور جو شخص کہ اسلام میں کسی برے طریق کو رائج کرے تو اس کو اس (برے طریق کے رائج کرنے) کا بھی گناہ ہوگا اور ہر اس شخص کے گناہ کے بقدر (مزید) گناہ بھی ہوگا جو اس کے بعد اس برے طریق پر چلے گا جب کہ ان (برے طریق پر چلنے والوں) کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی۔(مسلم) (مظاہر حق جدید ۱/ ۲۶۷، ۲۶۸)

حدیث شریف کے الفاظ "من طعام" کی تشریح میں شارح مشکوۃ ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں:(من طعام) الظاهر أنه هنا حبوب، و لعل الاقتصار عليه من غير ذكر النقود لغلبته یعنی طعام سے مراد (کچا) اناج ہے،اور راوی نے طعام کے ذکر پر اکتفا اس لئے فرمایا کہ نقود کے بالمقابل غلہ زیادہ تھا۔(مرقاۃ ۱۱/ ۲۷۷)

ملاحظہ کیجئے: طعام (خام اشیاء) کو بطور چندہ لینا اور دینا حدیث شریف سے ثابت ہے۔

اسی طرح مرغی صدقہ وہدیہ میں دینا بھی حدیث شریف سے ثابت ہے۔

عن أبي هريرة ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: إذا كان يوم الجمعة وقفت الملئكة على باب المسجد يكتبون الأول فالأول و مثل المهجر كمثل الذي يهدي بدنةً ثم كالذي يهدي بقرةً ثم كبشاً ثم دجاجةً. الحديث.

حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے،انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازہ پر تعینات ہو جاتے ہیں اور (نماز جمعہ کے لئے) اول وقت آنے والے پہلے شخص کا نام لکھتے ہیں، پھر اس کے بعد جو پہلے آتا ہے اس کا نام لکھتے ہیں، (اور اس طرح یکے بعد دیگرے اول وقت آنے

والوں کے نام لکھے جاتے ہیں) اور اول وقت آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو قربانی کے لئے اونٹ مکہ بھیجے، پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو قربانی کے لئے دنبہ یعنی مینڈھا مکہ بھیجے، پھر اس کے بعد آنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مرغی صدقہ میں دے۔ (مشکوۃ ص:۱۲۲، ترجمہ از مظاہر حق جدید ۲/۲۷۹)

حدیث بالا میں اس بات کا اشارہ ہے کہ مرغی چندہ میں دی جا سکتی ہے اور اس پر مستقل ثواب کا وعدہ ہے۔

(۳): سطور بالا میں بتلا دیا۔

(۴): بلا ریب و دغدغہ درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ أعلم۔

کتبہ: العبد عبد القیوم راجکوٹی، ۱۸/ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: العبد احمد عفی عنہ خانپوری

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ عفی عنہ